عہدِ طفلی بھی عجب عالمِ القائی ہے
راست الہام سے ایک ایک ادا پائی ہے
حسن کی گود ہے۔ گہوارۂ رعنائی ہے
فصلِ گل ایک ہی غنچے میں سمٹ آئی ہے

عیب جوئی میں شامل نہ سخن چینی میں
کس قدر سادہ و بے رنگ ہے رنگینی میں

سو رہا ہے تو ہے مستیِ ہشیار کا ڈھنگ
جاگتا ہے تو ہر اک خواب لطیف و خوش رنگ
شوخی و سادگی و خود نگری ہم آہنگ
کبھی خوش، اور کبھی تنگیِ آغوش سے تنگ

رمز و ایما کی فصاحت ہے تکلم اس کا
حسنِ فطرت کا تبسم ہے تبسم اس کا

صاف ہے عارضِ نوخیز میں پھولوں کا نکھار
وہ جبیں نرم و نازک کہ پسینہ بھی ہو بار
گردشِ چشم میں وہ شاہدِ فطرت کا وقار
بشریت میں وہ جلوے کہ ملائک ہوں نثار

سر بسر آئنہ عظمتِ قیوم ہے یہ
اس کی آنکھوں سے ٹپکتا ہے کہ معصوم ہے یہ

لاکھ نغموں کا خلاصہ ہے چہکنا اس کا
روشنی دیکھ کے ہر بار چمکنا اس کا
ذوقِ جلوہ کی سند چاند کو تکنا اس کا
صرف تکنا ہی نہیں، بلکہ ہمکنا اس کا

ضو جو بڑھ بڑھ کے ادھر چاند سا منہ چومتی ہے
اس کی قلقاریوں پر شمع کی لو جھومتی ہے

اس کی ہر سانس ہے اک عالمِ فردوسِ خیال     نہ کوئی حسرت و حرماں، نہ کوئی رنج و ملال
سب ہیں یکساں سحر و شام ہوں یا وقتِ زوال     جب تو کہتے ہیں کہ طفلی ہے بہشتِ اطفال
کھیل میں مست بھی ہے، فکر سے محروم بھی ہے
یہ وہ دنیا ہے کہ محسوس بھی موہوم بھی ہے

نبض، احساس کی ہوتی ہے اسی عہد میں تیز     اس کا ہر لمحہ سرشار ہے جذبات انگیز
بول مہمل بھی ادھورے بھی لطافت آمیز     واہ کیا بات ہے اس گل کی جو گل ہو نوخیز
پاک جو گردِ تکلّف سے جبیں ہوتی ہے
اپنی طفلی میں ہر اک خیر جبیں ہوتی ہے

برگِ گل سے بھی ہے یہ عہد کہیں نازک تر     منزلِ نوعِ بشر کا ہے یہ آغازِ سفر
اس کی فطرت میں نہ ہے کذب، نہ فتنہ ہے نہ شر     پاک ہوتا ہے ہر اک عیب سے طفلی میں بشر
اس کے ماتھے پہ ستاروں کی چمک ہوتی ہے
طفلِ سادہ میں فرشتے کی جھلک ہوتی ہے

قوتیں نشو و نما کی جو ہیں پنہاں اس میں     عالمِ غیب کی شمعیں ہیں فروزاں اس میں
فطرۃً دخل جو پاتا نہیں شیطاں اس میں     عکس ہوتا ہے ولایت کا درخشاں اس میں
نیک سے، بد سے، کسی سے بھی سروکار نہیں
مٹھیاں بند ہیں، دنیا کا طلب گار نہیں

ہے یہی عہدِ تخیّل کی جوانی کا نقیب     اس کی گفتار عجوبہ ہے، تو رفتار عجیب
نہ مفکّر، نہ محقّق، نہ مورّخ، نہ ادیب     پھر بھی طینت کو ہر اک جوہر کردار نصیب
حال کی گود میں ماضی کا یہی حاصل ہے
طفلِ امروز ہی صورت گرِ مستقبل ہے

نہ ریا اس کی طبیعت میں نہ مکاری و غدر | امتیازاتِ زمانہ سے ہے پاک اس کا صدر
جو ہلال اس کی نظر میں، وہی تارہ، وہی بدر | ہر سحر عید جو اس کی ہے تو ہر شب شبِ قدر
غنچۂ جاں پہ بہ تدریج نکھار آتا ہے
ضد بھی کرتا ہے یہ معصوم تو پیار آتا ہے

بچپنا آئنہ بردار ہے زیبائی کا | نقشِ اوّل ہے یہ انساں کی رعنائی کا
کارخانہ ہے تفکر کی بھی تنہائی کا | ذوق ڈھلتا ہے یہیں انجمن آرائی کا
رہ نمائی کا مسافر کی سہارا بن کر
یہی ذرہ کبھی چمکے گا ستارا بن کر

تاکتا ہے کبھی جگنو کو کبھی تارے کو | پیار کرتا ہے ہر اک نور کے فوارے کو
گھٹنیوں چلتا ہے جب چھوڑ کے گہوارے کو | لعل کے بدلے اٹھا لیتا ہے انگارے کو
یہ ادا اس کی جو قدرت کو پسند آتی ہے
یدِ بیضا کی قسم! معجزہ بن جاتی ہے

وہ بھی اک قلزمِ طفلی کا ہے دُرِّ نایاب | جس کا دعویٰ ہے یہ جھولے میں کہ اے شیخ و شاب
کلمۃ اللہ ہوں میں حق نے مجھے دی ہے کتاب[۱] | وہ بھی اک طفل ہے جو پیرِ حرم کا ہے شباب
گاہوارے میں ہے جو چیر کے اژدر حیدر[۲]
لیں جو ہاتھوں پہ نبیؐ علمِ نبی کا ہے در

پھر یہی طفلِ ادب زادۂ ماحولِ سلف | بڑھ کے آتے ہیں جو بچپن سے لڑکپن کی طرف
چمک اٹھتے ہیں فضائل صفتِ دُرِّ نجف | کم سنی میں بھی جواں سال ہیں یہ علم بہ کف
یک زباں ہو کے یہ سب سعد و شقی کہتے ہیں
ایسے ہی صاحبِ تقویٰ کو تقی کہتے ہیں

۱ حضرت عیسیٰ
۲ یعنی حضرت علیؑ جو کعبۃ اللہ میں پیدا ہوئے اور عمر چھوٹی تھی وہ اژدہا چیرا جو ہلاک کرنے کے ارادے سے بڑھا تھا

جن کو بچپن میں ملی علم کی مسند وہ تقی | باقرِ علم ہیں جن کے جدِ امجد وہ تقی
گھر ہیں حیدر کے جو ہیں نائبِ احمد وہ تقی | کہہ گئے اَوْسَطُنا[1] جن کو محمد وہ تقی

گر لقب پوچھو تو جواد ہیں اور قانع ہیں
گھر لٹا دیتے ہیں۔ اسراف سے بھی مانع ہیں

عمر، نو سال کی ہے اور نہیں علم کی حد | کیوں نہ یکتائے جہاں ہوں کہ ہیں نورِ احد
باپ اور باپ کے جد، اُن کے بھی جد، اُن کے بھی جد | سب ہیں منصوص من اللہ[2] امامت ہیں سند

جد اعلیٰ وہ علی۔ جن کا ہے پوتا بھی علی[3]
خود محمد ہیں، علی[4] باپ ہیں، بیٹا بھی علی

یہ ہے تاریخ نہیں واعظ و شاعر کا خیال | آپ اس عمر میں ہیں اپنے بزرگوں کی مثال
کیا تعجب جو محمد کا ملا جاہ و جلال | یہ مثل ہے کہ بعقل است بزرگی نہ بسال

سن بھی کم، قد بھی ہے کم، عرش سے اونچا سر ہے
پوتے جعفر[5] کے ہیں، کُنیّت[6] بھی ابو جعفر ہے

---

[1] حضورؐ نے فرمایا: اَوَّلُنا محمدٌ وَاَوْسَطُنا محمدٌ وَآخِرُنا محمدٌ فَکُلُّنا محمدٌ (یعنی ہمارے گھرانے میں پہلا محمدؐ (یعنی خود حضور) بھی محمد ہیں، درمیان کا محمد (یعنی امام محمد باقر اور امام محمد تقی) بھی محمد ہیں اور آخر کا محمد (یعنی امام مہدی) بھی محمد ہیں۔ پس ہم کل کے کل (علم و عمل میں) محمد ہیں۔

[2] خدائے تعالیٰ کی طرف سے بذریعۂ نص (یعنی آیت یا حدیث قدسی) علی ہوئی۔

[3] یعنی امام زین العابدین (علی ابن الحسین)

[4] یعنی امام علی رضا۔

[5] امام جعفر صادقؑ

[6] عام طور پر لوگ کَنیت پڑھتے ہیں جو درست نہیں اور جہلا کا اردو زمرہ ہے۔

شعبی کہتے ہیں یہ علم و عمل کے مظہر
صغر سن میں بھی ہیں سارے علما سے برتر
افقہ الناس نے بھی ان سے اگر لی ٹکر
کھول کر رکھ دیئے قرآن کے انھوں نے دفتر
راز حق کتنے، کسے، یاد ہیں، گن کے دیکھو
نوح کے نو سو برس، نو برس ان کے دیکھو

طبری کی ہے یہ تحقیق کہ چشم بد دور
بچپنے میں بھی یہ رکھتے ہیں فضائل بھرپور
علم و خلق و عمل و معرفت و عزم و شعور
کل صفاتِ حسنہ میں متفرد ہیں حضور
غیر سادات مماثل نہیں، سادات نہیں
خیر ہی خیر ہے طینت میں فسادات نہیں

شرع کی فرع بھی ہیں دین کی بنیاد بھی ہیں
حق بھی ہیں صدق بھی ہیں عدل بھی ہیں داد بھی ہیں
مکتبِ کن کے پڑھے بھی ہیں سبق یاد بھی ہیں
عالمِ علمِ لدنی دمِ میلاد بھی ہیں
جب زباں ان کی کھلی عقدہ کشا کے گھر میں
آئے پڑھتے ہوئے قرآن رضا کے گھر میں

آج دسویں ہے رجب آئے کہاں ہے نوروز
مسندِ احمدِ مرسل کا نواں ہے نوروز
بڑھ کے آگے جو بہ حیرت نگراں ہے نوروز
بعد دو روز کے اک اور بھی ہاں ہے نوروز
آج یہ دھوم مچی ہے کہ تقی آتے ہیں
کل پکارے گا یہ کعبہ کہ علی آتے ہیں

ہیں پسندیدۂ معبود جو یہ عرش جناب
مرتضیٰ بھی ہے لقب، تھا جو علی کا القاب
ان کی طفلی جو ہے یوسف کی جوانی کا جواب
شاہدِ شرع پہ آیا ہے زلیخا کا شباب
جامۂ نو سرِ نو دینِ کہن نے پہنا
نو لکھا ہار امامت کی دلھن نے پہنا

سہ میری طرف سے۔ خدا نے تقی نے
حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ میری طرف سے عطا کیا ہوا علم۔

سن جو پائی ہے ورودِ مہِ زہرا کی خبر | چھپ گیا ساعتِ میلاد سے پہلے ہی قمر
وہ مدینہ، وہ شبِ جمعہ، وہ ہنگامِ سحر | وہ فرشتوں کے یہ نغمات، عقیدت پرور
طفلِ نوخیز بہ صد حسنِ شباب آیا ہے
حضرتِ خضر کی پیری کا جواب آیا ہے

یوں تو بے لفظوں کا یہ مثلِ علی ہیں قرآن | خاص اک صف میں بالکل ہے یداللہ کی شان
ذوالعشیرہ میں نبی نے یہ کیا تھا اعلان | وہی نائب ہے مرا آج جو لائے ایمان
دس برس کے تھے علی جبکہ نیابت پائی
نو برس کے تھے تقی جبکہ امامت پائی

دستِ پُرعزم میں آئی جو امامت کی زمام | دفعۃً دعوتِ مامون کا آیا پیغام
تھا جو یہ علم کہ انکار کا بد ہے انجام | سوئے بغداد مدینے سے چلے شاہِ انام
سخت رستے، طلبِ خیر سے آسان ہوئے
مصلحت تھی کہ نہ مامون کے مہمان ہوئے

ایک دن چاشت کے ہنگام میانِ بغداد | کھیل میں محو تھے اطفال کثیر التعداد
پاس ہی اُن کے تھے استادہ تقیِ جواد | منتظر جیسے کسی بد کا کوئی نیک نہاد
اس سے آگاہ تھے جو پیش تھا آنے والا
اک جفاکیش و بد اندیش تھا آنے والا

ناگہاں دم میں خلیفہ کا جلوس آپہنچا | دم بدم طبل بجے، آئی دمادم کی صدا
نوبتِ حمد، نہ تکبیر، نہ کلمہ، نہ دعا | ہاں مگر ہل گئی نعروں سے نقیبوں کے فضا
دنیوی جاہ پکارا کہ سواری آئی مہ بگ
گل اعجازِ تقی کھلنے کی باری آئی

ہ کنبے کی وہ دعوت جو حضور نے بعد بعثت کی تھی

گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئے جو لشکر کے سوار | دل لرزنے لگے ٹاپوں کی دھمک سے اک بار
طفل جو کھیل رہے تھے نہ رہا ان کو قرار | شانِ اسلاف کے وارث تھے ہوئے سب فرار

نہ وہ مجمع تھا سلامت، نہ وہ دفتر قائم
اک تقی قطب کی صورت تھے جگہ پر قائم

نظمِ شارع میں پڑا غل سے نقیبوں کے خلل | موجۂ موکبِ شاہی نے مچادی ہلچل
آپ طوفان میں نعروں کے تھے اس طرح اٹل | جس طرح سیلِ بلاخیز کے سینے پہ کنول

وقت کہتا تھا یہ ٹلنے کے کسی طور نہیں
وارثِ فاتحِ خیبر ہیں کوئی اور نہیں

دیکھ کر اس گلِ نوخیز کا یہ کرّوفر | رک گیا راہ میں مامون۔ پکارا بڑھ کر
تم نہ کیوں بھاگ گئے خوف ہے نہ تم کو خطر | ہنس کے بولے۔ بجز اللہ کسی کا نہیں ڈر

راستہ تنگ نہیں تھا کہ سمٹ کر ہٹتا
نہ کوئی جرم کیا تھا کہ میں کٹ کر ہٹتا

سن کے یہ بھول گیا اپنا وہ سب جاہ و جلال | پوچھا اے طفلِ اُولوا لعزم بہ اوجِ کمال
تم نہ کیوں کھیل میں شامل تھے میانِ اطفال | آپ بولے کہ نہیں علم کے شایاں یہ سوال

یہ چمن جس کا ثمر کچھ بجز اعمال نہیں
معرفت گاہ ہے۔ بازیچۂ اطفال نہیں

رہ گیا سن کے یہ مامون جو ہکّا بکّا | دل پکارا کہ یہ معصوم ہے دُھن کا پکّا
ہوک سی دل میں اٹھی، ابر کا جیسے لکّا | کچھ چلا سوچ کے قسمت نے دیا جو دھکّا

ہلا جب تو ہر اک عزم و چلا زید چلا
دل دیا آپ کے پنجے میں، بے صید چلا

سہ راستہ، سڑک

امتحاں کا کبھی شوق اور کبھی دل میں خجل | تھے وہ جذبات کہ احساس نہایت مشکل
تھا ادھر علمِ لدنی جو تقی کو حاصل | آپ ٹھہرے تھے وہیں منتظرِ مستقبل
اُس طرف کس کے خیالات کا گھوڑا اُس نے
بازی آغاز جو کی، باز کو چھوڑا اُس نے

دور تک اڑ کے گیا کچھ نہ فضا میں پایا | کبھی ڈوبا، کبھی ابھرا، کبھی چکر کھایا
پھر نگاہوں سے چھپا۔ دیر میں واپس آیا | بھر کے منقار میں اک بچۂ ماہی لایا
لے کے اس تحفۂ غیبی کو جو مامون چلا
عرش سے بہرِ تقی وحی کا مضمون چلا

وہ بھی، اور اس کے سپاہی بھی، بہ صد جاہ و جلال | پھر وہیں آئے، جہاں کھیل رہے تھے اطفال
حسبِ معمول ہوا ہو گئے سب مائی کے لال | اور تقی کو وہ متانت تھی بہ صد استقلال
لے کے عظمت کے نشاناتِ جلی آئے تھے
بھیس میں آج محمد کے علی آئے تھے

تھے جہاں آپ، وہیں آن کے مامون کا | لے کے مٹھی میں وہ ماہی، یہ تقی سے پوچھا
اب بتاؤ تو سہی، ہے یہ مرے ہاتھ میں کیا | سن کے یہ کوثرِ الہامِ امامت ابلا
لب کھلے، کشف و کرامات کا عنوان کھلا
مصحفِ ناطقِ اعجاز کا جزدان کھلا

جوہرِ کانِ نجف، یوں ہوئے گوہر افشاں | سحر و شام جو قدرت کے سمندر میں رواں
مچھلیاں ان کی پکڑ کر ہیں پرندے پرّاں | باز، جانباز جو ہیں چھین کے لاتے ہیں یہاں
شاہ مٹھی میں انھیں بند کیا کرتے ہیں
امتحاں آلِ محمد کا لیا کرتے ہیں

باز و ماہی کا سنا حال جو اس نے یکسر | اڑ گئے ہاتھوں کے طوطے۔ یہ کہا گھبرا کر
آپ کیا آلِ محمدؐ ہیں؟ تو کس کے ہیں پسر | بولے مہمان ہے تیرا یہ رضا کا دلبر
میں محمدؐ ہوں۔ مجھے لوگ تقی کہتے ہیں
میرے نانا کو نبیؐ۔ جد کو علی کہتے ہیں

پھر تو دل کھول کے وہ جانِ پیمبرؐ سے ملا | اپنے انداز میں اظہار کیا جوشِ ولا
رخ سے ظاہر تو ہوئی آئنۂ دل کی جِلا | کیا خبر، غنچۂ خاطر بھی کھلا، یا نہ کھلا
آپ کو ساتھ لیا گھر میں سفر سے آیا
مل گیا راہ میں قرآن، اسے لے آیا

چند دن آپ کی خدمت سے رہا بہرہ وَر | دیکھے، اور پرکھے بھی علم و عمل و فکر و نظر
متقاضی تھی سیاست یہ مگر شام و سحر | یہ محمدؐ ہیں انھیں باندھ لو بیٹی دے کر
عقل اس دامِ خیالات میں جب پھنستی تھی
اس کی تدبیر پہ تقدیرِ ازل ہنستی تھی

گھر سے یہ عزم چلا کنبے میں پہنچا گھر گھر | وفد آ آ کے یہ کہنے لگے۔ ایسا تو نہ کر
وہ یہ کہتا تھا۔ رکھو دل سے بھروسا مجھ پر | پیکرِ فکر و تدبر ہے مری نورِ نظر
خاندانی حشم و جاہ کی وہ پیاسی ہے
اک نیا رنگ دکھائے گی کہ عباسی ہے

ان کا کہنا۔ کہ ہے یہ بات بھی حیرت انگیز | آپ اک اَفقہِ عالم ہیں، یہ طفلِ نوخیز
اُس کا یہ قول۔ کہ میداں میں نہیں پائے گریز | پرِ جبریل سے بھی ذہنِ رسا ان کا ہے تیز
منعقد بزم ہو۔ سب غور و تامل کر لیں
جتنے عالم ہیں۔ کُل آجائیں تقابل کر لیں

دل میں یہ سن کے تو اک نشترِ دل دوز گڑا | بات معقول تھی رہنی نہیں ہونا ہی پڑا
چپ ہوا وہ بھی۔ جو پہلے تھا بہت ضد پہ اڑا | نامزد اس کو کیا سب سے جو عالم تھا بڑا
جس کا ان مردہ دلوں میں تو لقب تھا یحییٰ
سامنے علمِ امامت کے مگر لا یحییٰ

حکمِ شاہی سے ہوئی نصب جو میزانِ علوم | بزم کانٹے کی تھی یہ، مچ گئی بغداد میں دھوم
وقت پر جائے مقرر میں ہوا ایک ہجوم | جس میں نو سو علما اور جہلا نا معلوم
مجمعِ عام تھا داناؤں کا نادانوں کا
اک سمندر تھا ابلتا ہوا انسانوں کا

ایک صف میں علمائے متعدد بیٹھے | آگے یحییٰ ۔صفتِ کلمۂ مفرد بیٹھے
سامنے عامل و حاکم سرِ مسند بیٹھے | صدرِ محفل کی جگہ جم کے محمد بیٹھے
بزم میں پہنچ کے جو اک جمِ غفیر آ پہنچا
دیکھنے کو یہ سماں لطفِ غدیر آ پہنچا

چشمِ یحییٰ سرِ محفل جو اٹھی سوئے تقی | اب یہ جانا کہ ہے یحییٰ کے مقابل طفلی
ان کے رخ سے جو ٹپکتا تھا جلالِ علوی | سر جھکا۔ قلب جھکا۔ روح جھکی آنکھ جھکی
پختہ سالی کا مگر دل میں غرور آنے لگا
فتح کی خام خیالی کا سرور آنے لگا

دل میں سوچا کہ یہ معصوم ہیں سیدھے سادے | طے کیے ہوں گے عبادات کے شاید جادے
ان کو معلوم ہی کیا۔ ہیں ابھی صاحبزادے | جو نہ طفلی سے اٹھے بوجھ اک ایسا لادے
ذکرِ طاعت کا نہ کفار کی پیکاروں کا
مسئلہ پوچھیے احرام کے کفاروں کا

ے امام محمد تقیؑ

باندھ کر ہاتھ کیا اس نے خلیفہ سے خطاب | ہو اجازت تو میں پوچھوں کوئی بات ان سے جناب
بولا مامون۔ کہ موجود ہیں خود عرش مآب | دیں اجازت تو سوال آپ بھی کر کے سن لیں جواب
بولے حضرت۔ کہ نہ کچھ دل میں خیال آپ کریں
وارث شاہ سلونی ہوں سوال آپ کریں

اذن پایا تو مڑا سوئے تقی وہ اک بار | نیچی نظروں سے کہا جب ہوئیں آنکھیں چار
کر لیا باندھ کے احرام کسی نے جو شکار | حکم کیا اس کا ہے اے جانِ رسولِ ابرار
سن کے یہ جہل فقرہ جو عجب حال ہوا
غیرتِ علم کو غصہ آگیا۔ منھ لال ہوا

ایک ہی سانس میں مولا نے یوں گوہر بار | یہ سخن لغو ہے۔ اے شیخ عبا و دستار
حل میں تھا وہ کہ حرم میں یہ کیا جس نے شکار | شرع کے حکم سے واقف تھا کہ ناواقفِ کار
جانور تھا کہ کوئی طیرِ چمن صید کیا
تیر دھوکے سے لگا۔ یا عمداً صید کیا

بندۂ حر تھا کوئی۔ یا وہ کسی کا تھا غلام | تھا بھی بالغ۔ کہ نہ تھی حدِ بلوغ اس کی تمام
بارِ اول تھا یہ عصیان۔ کہ تکرارِ حرام | تھا پشیمان و خجل بھی کہ شقی و ناکام
حج کا احرام تھا باندھے ہوئے۔ یا عمرے کا
اک جدا حکم ہے ان میں سے ہر اک زمرے کا

مسئلے کی جو شقیں مصحفِ ناطق سے سنیں | ہو گئے دنگ وہ نو سو علما، بزم نشین
محو ارشادِ امامت تھا ہر اک اہلِ یقیں | خندہ رُو وہ بھی تھے اب بیٹھے جو تھے چیں بجبیں
شور تھا حضرت ہیں یہ سارے زمانے کے لیے
یہ شرف ہے تو فقط ان کے گھرانے کے لیے

۱ حضرت علی نے برسرِ منبر فرمایا سلونی قبل ان تفقدونی، یعنی اس سے پہلے کہ تم مجھے کھو دو مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔
۲ حل اس مقام سے باہر جو حرم کہلاتا ہے اور وہاں شکار حلال ہے۔

بات یحییٰ کی جو تھی مغز سے خالی بے تک | عرقِ شرم سے لبریز ہوا ظرفِ تنک
ذکر اوروں کا تو کیا۔ اپنی نظر میں تھا تنک | خود ضمیر اس کا یہ کہتا تھا کہ جھک پاؤں پہ جھک

دم بدم اپنی جہالت پہ جو شرماتا تھا
ایک رنگ آتا تھا چہرے پہ، اور اک جاتا تھا

رخ پہ آثارِ شکست ایسے کہ تھی گنگ زباں | ہاتھ ماتھے پہ رکھے۔ سرِ زمیں تھا نگراں
کرکے اندازۂ کیفیتِ شیخِ دوراں | بولا حضرت سے یہ مامون۔ کہ جانِ قرآں

آپ اب حکم بھی ہر شق کا خود ارشاد کریں
یہ سبق جب بھی سنیں۔ طالبِ حق یاد کریں

صدفِ علم و یقیں اب ہوئے یوں گوہر بار | حل میں باندھے ہوئے احرام کیا ہے جو شکار
ہو پرندہ وہ اگر۔ وہ بھی بڑا اور طیار | ایک بکری جو کرے ذبح تو ہلکا ہو یہ بار

گر حرم میں اسی طائر کے ہوا ہے در پے
بکریاں دو ہیں۔ مگر ایک ہی دم پے در پے

حل میں چھوٹے سے پرندے کو کیا صید اگر | ایک بزغالہ[1] کرے ذبح وہ مادہ ہو کہ نر
سبزیاں کھاتا ہو اب، دودھ نہ پیتا ہو مگر | ہو یہی فعل حرم میں تو ہے تاوانِ دگر

ذبح دنبہ بھی کرے گھر میں ہو یا گلے میں
فرض پھر قیمتِ طائر بھی ہے دم چھلے میں

اور اگر صید کیا ہے کسی چوپائے کا | گائے اک ذبح کرے۔ بہرِ حمارِ صحرا[2]
ہو شتر مرغ۔ تو اک اونٹ۔ ہرن تو دنبا | حل کے احکام ہیں یہ۔ اب حرمِ پاک سنا

چاہے زخمی نہ مرے تیر اگر مارا ابھی
دونا ہو جائے گا عصیان بھی۔ کفارا بھی

[1] بکری کا بچہ
[2] جنگلی گدھا

پھر جو احرام تھا عمرے کا تو یہ کفّارے | لائے جائیں حرمِ خاص کی حد میں سارے
ارضِ مکّہ پہ ہیں، اُن کے ہوں کے دھارے | حج کا احرام اگر ہو تو نہ ہمت ہارے

جانورے کے ذبیحے کی بِنا ہیں جائے
بہرِ قربانیِ مفروض۔ منا ہیں جائے

ایک ہیں عالم و جاہل کے لیے یہ احکام | بارِ عصیاں بھی ہے۔ قصداً ہو جو یہ فعلِ حرام
ذمہ دار اس کا ہے مالک، جو ہو صیاد غلام | غیرِ بالغ کا ہے بے داغ لباسِ احرام

جس نے کفّارہ دیا۔ سمجھو مسلمان ہے وہ
ضد کرے جو۔ تو کھلی بات ہے شیطان ہے وہ

مُتلاطم تھا معارف کا جو بحرِ زخّار | ڈر کے چھپتے ہوئے ساحل سے تھے سارے خس و خار
ایک مدّت سے جو تھا علم میں یحییٰ کا وقار | اڑ گیا سب، وہ فضا میں صفت گرد و غبار

خوب پچیس برس قوم کو بہکایا تھا
آج لمحات نہ گزرے کہ زوال آیا تھا

کر چکا تھا وہ زکاتوں کا نصاب اور سے اور | خمس متروک تھا۔ ترکے کا حساب اور سے اور
مسئلے اور مسائل کے جواب اور سے اور | کون مانع تھا جو ہو جاتی کتاب اور سے اور

رخ اُدھر ہوتا تھا سب کا وہ جدھر مڑتا تھا
بے تکان اس کے قیاسوں کا براق اڑتا تھا

رہنما کُل علما کا بھی جو تھا وہ جاہل | ہو گیا سب وہ اثر چشم زدن میں زائل
اس کا جادو جو تھی آج نہ کرتے باطل | پھر تو وہ جہل ہی سب دین میں ہوتا شامل

بحث اس سے ہی نہیں صرف کہ جب کیا ہوتا
یہ امامت جو نہ ہوتی تو پھر اب کیا ہوتا

تھا جو یحییٰ کے تنزّل میں سیاسی مقصد | کد میں اُس کی تھی، خلیفہ کی مخالف جد و کد
عرض کی اس نے یہ حضرت سے کہ اے نورِ صمد | آپ بھی پوچھ لیں کچھ ان سے رہے تاکہ سند
سن کے یہ وارثِ شانِ جدِ امجد اٹھے
صولتِ احمدؐ و حیدرؑ سے ممجد اٹھے

مڑ کے یحییٰ کی طرف بولے بصد حشمت و جاہ | ہم بھی کچھ پوچھ لیں حضرت سے۔ کہا بسم اللہ
عرض کر دوں گا جواب اس کا جو دی طبع نے راہ | ورنہ خود راہ دکھا دیں۔ خضرِ دینِ الٰہ
یاد قرآن بھی ہے۔ واقفِ تفسیر بھی ہوں
حافظہ میرا ہے کمزور، پھر اب پیر بھی ہوں

مسکرا کر یہ کیا شرع کے وارث نے سوال | آج کی صبح سے کل صبح تلک بے اشکال
اک رجل کے لیے ہے ایک زنِ نیک افعال | چار دفعات حرام، اتنی ہی دفعات حلال
ایسے حالات ہوئے کیوں کسی گھر میں پیدا
آٹھ شکلیں ہوئیں چوبیس پہر میں پیدا!

سنسنی پھیل گئی۔ سن کے یہ حضرت کا سوال | سانپ سا سونگھ گیا جیسے یہ تھا شیخ کا مال
زرد رُو، سر بگریبان، جگر خون، نڈھال | تو سنِ جہل کی ٹاپوں سے کلیجہ پامال
پی گیا غل کہ قرار اب نہیں دل شاد کریں
کیا یہ بتلائے گا کچھ۔ آپ ہی ارشاد کریں

یہ طلب عام ہوئی جب۔ تو پکارے یہ تقی | لو سنو تھی وہ زنِ نیک کسی کی لونڈی
صبح اک غیر نے دیکھا تو حرام اُس پر تھی | دن چڑھے اس کو خریدا۔ تو حلال اب ہوئی
ظہر کا وقت جو آیا۔ اسے آزاد کیا
عصر کا وقت ہوا۔ عقد سے دل شاد کیا

رات آئی تو کیا ہو کے خفا اس نے ظہار<br>پھر حرام اس پہ ہوئی اب وہ زنِ نیک شعار

اس کا کفارہ دیا وقتِ عشا جب اک بار<br>پھر وہ شوہر تھا یہ زوجہ تھی بشریعت بہ کنار

گو کہ دل آئینہ ہوتے ہیں بڑی دیر کے بعد<br>ہو گئی پھر بھی حلال اتنے الٹ پھیر کے بعد

نصف شب میں اسے دے دی جو طلاقِ رجعی<br>خارج از عقد ہوئی۔ گھر میں مگر اس کے رہی

صبح ہوتے ہوئے جب نیتِ رجعت کر لی<br>پھر وہی تھے زن و شوہر۔ سحر و شام وہی

مسئلہ حل جو ہوا خلقِ خدا جھوم گئی<br>شورِ احسنت سے وہ اٹھا کہ فضا جھوم گئی

یہ سماں دیکھ کے مامون اٹھا اور کہا<br>اَیُّہا النّاس ابھی بزم سے اٹھنا نہ ذرا

میری بیٹی جو ہے علم اور ہنر میں یکتا<br>عقد آج اس کا ابھی۔ اور انھیں سے ہو گا

بڑھ کے حضرت سے کوئی خضرِ رہِ راست نہیں<br>ہے یہ درخواست کہ محفل ابھی برخاست نہیں

حمدِ باری سے ہوا عقد کا خطبہ آغاز<br>آ گئی حسنِ قرارت سے نبیؐ کی آواز

ایسے ایجاب و قبول اور نہ کہیں یہ انداز<br>مچ گئی دھوم کہ زوجین کی ہو عمر دراز

ہو مبارک تجھے شوہر وہ ملا امِّ الفضل<br>کلِّ ایماں کا جگر، ختم ہیں جن پر کل فضل

شاد سب ہو کے اٹھے۔ لے کے چلے شیرینی<br>نہ تصنع، نہ تکلف، نہ کوئی رنگینی

باوجود اسوۂ شاہی کے فضا تھی دینی<br>مستحب عطر کی مہکار تھی، بھینی بھینی

قصرِ دولت میں جو سرتاجِ امامت آیا<br>لے کے ہتھنی میں اک لشکرِ رحمت آیا

سہ بیوی سے یہ کہنا کہ تیری پشت میری ماں کی پشت کے مثل ہے۔

سہ [illegible]

سہ وہ طلاق جس میں تائب ہو کر دل چاہا تو عدت گزرنے سے پہلے پھر رجوع کر سکے گا۔

قصرِ شاہی میں دس اک روز گزارے لگ بھگ
پر پھڑکتی رہی پیہم علوی فقر کی رگ
اک کرایے کا مکاں لے کے رہے سب سے الگ
دل تھا یثرب میں، جو ہے خاتمِ اسلام کا نگ

گل امید چٹکنے کی جو باری آئی
پھر مدینے میں محمدؐ کی سواری آئی

گو کہ زوجہ تھی شہنشاہِ جہاں کی دختر
پھر بھی کرتے رہے یہ فقرِ محمدؐ میں بسر
وہی مسجدِ نبوی، اور وہی جد کا منبر
وہی لوٹا ہوا گھر جس کا لقب علم کا در

آج اسی شان سے اس گھر میں تقی رہتے تھے
جس طرح دو سو برس پہلے علی رہتے تھے

ہدفِ ظلم سیاست جو نہ تھے شام و سحر
خدمتِ خلق کے ماحول میں ہوتی تھی بسر
سونا سونا سا جو وارث کے نہ ہونے سے تھا گھر
عقد اک اور کیا۔ حسبِ معادِ کوثر

یہ وہی بات تھی۔ ایسے میں جو ہوتی آئی
گھر میں عمارِ جگر دار کی پوتی آئی

ماں وہ بیٹے کی ہوئیں جب تو کھلی دل کی کلی
رخ سے فرزند کے آثارِ امامت تھے جلی
دل پکارا کہ ولی باپ کا بیٹا بھی ولی
اے محمدؐ ترے گھر آئے ہیں چوتھے یہ علی

جن کے دم سے ہے امامت کی کرامت قائم
جن کے قائم سے جہاں تا بہ قیامت قائم

شاد تھے سب کہ چلا حیدرِ کرار کا نام
خواب و خورِ دخترِ مامون کا لیکن تھا حرام
باپ کو اپنے شکایت کے جو بھیجے پیغام
اس نے ڈانٹا کہ یہ کیا سوچ ہے کیا فکر ہے خام

میں کوئی حق کی شریعت کو بدل سکتا ہوں
یا علی ہوں، تری قسمت کو بدل سکتا ہوں

باپ کے پاس سے آیا جو یہ دوٹوک جواب | خون کا گھونٹ پیا۔ رہ گئی ہو کر بیتاب
جب ہوئے رحلتِ ماموں پہ پیدا اسباب | معتصم کو یہ لکھا خط۔ مری حالت ہے خراب

اُس طرف سے نہ اگر جلد مدد آئے گی
اے چچا جان! مری جان چلی جائے گی

تھا یہ وہ دَور کہ مشغول تھے حد درجہ امام | جا چکا تھا اثرِ رشد و ہدایت تا شام
معتصم کو بھی تھے معلوم یہ حالات تمام | پڑھ کے خط۔ ان پہ بغاوت کا لگایا الزام

شیر تھا خواب میں۔ صیاد نے جب صید کیا
قبرِ سجادِ ولی۔ شب میں انھیں قید کیا

ہائے یہ کر نہ سکے قبرِ نبیؐ کو بھی سلام | کہہ سکے جد سے نہ اتنا بھی۔ کہ مولائے انام
ہم کو معلوم ہے جو قید میں ہوگا انجام | اب نہ آئے گا مدینے میں پلٹ کر یہ غلام

دشمنِ جاں ہوئی بے وجہ خدائی نانا
ظلم تو دیکھیے امت کے۔ دوہائی نانا

قبرِ سجاد پہ یہ کہنے کو دل تھا بے چین | کشتۂ خنجرِ بیداد کے اے نورِ العین
بیڑیاں آپ نے پہنی تھیں دمِ شیونِ و شین | ہم بھی اب بستۂ زنجیر ہیں اے جانِ حسین

آپ واقف تھے کہ ہم چھوٹ کے گھر جائیں گے
ہم ہیں واقف کہ وہیں قید میں مر جائیں گے

بضعۂ قلبِ پیمبر کی لحد سے گزرے | یاس سے دیکھتے شبر کی لحد سے گزرے
رو دیے۔ عابدِ مضطر کی لحد سے گزرے | آہ کی۔ باقر و جعفر کی لحد سے گزرے

آخری بار زیارت کی اجازت نہ ملی
ان مزاروں سے بھی رخصت کی اجازت نہ ملی

تھا وہ ذی الحجہ کا مہینہ کہ ہوا جب یہ ستم        غم یہ تھا۔ اب کی محرم میں کہاں ہوں گے ہم
قید میں بزم بپا کر کے منائیں گے جو غم        طوق گردن میں ہے کس طرح کریں گے ماتم
یہ شقی لاکھ ہمیں رونے پہ ایذا دیں گے
اپنی دادی کو تو ہر حال میں پرسا دیں گے

راہ میں تھے۔ کہ محرم کا پڑا چاند نظر        دل پہ وہ چوٹ لگی۔ شمر کا جیسے خنجر
آ گیا یاد۔ وہ مظلوم، وہ کنبہ، وہ سفر        دیکھ کر چاند وہ صابر کی دعا رو رو کر
راہ میں اپنی یہ توفیق عطا کر یا رب
تجھ پہ قربان ہو پہلے مرا اکبر یا رب

یاد کر کے یہ حالات تڑپتا تھا جگر        خونِ دل پینے کو تھا، کھانے کو غم شام و سحر
روتے روتے کبھی سوتے تھے جو یہ منزل پر        فاطمہ خواب میں آتی تھیں نظر برہنہ سر
ماں سے مل کر حسنِ سبز قبا روتے تھے
مرتضیٰ روتے تھے محبوبِ خدا روتے تھے

آنکھ کھل جاتی تھی اِن سب کی جو سن کے فغاں        تا سحر رہتے تھے شبنم طرح اشک رواں
جب اذاں ہوتی تو یاد آتی تھی اکبر کی اذاں        اور بانو کا وہ زینب سے یہ پُر درد بیاں
آؤ بی بی مرے بچے کی صدا تو سن لو
آخری مرتبہ نانا کی ادا تو سن لو

روتے روتے کبھی بندھتی تھی جو ان کی ہچکی        جاگ اٹھتے تھے غم انگیز صدا سن کے شقی
ظلم ڈھاتے تھے کچھ ایسا کہ تڑپتے تھے تقی        تازیانوں سے کبھی اور سنانوں سے کبھی
صبر سے ظلم یہ سب کشتۂ غم سہتا تھا
اشک آنکھوں سے، تو پہلو سے لہو بہتا تھا

راستے بھر شہیں کرتے ہوئے مظلوم کو یاد | تھی محرم کی نویں جبکہ یہ پہنچے بغداد
تنگ زنداں میں ہوئے قید۔ مثالِ سجاد | آئی زہرا کی صدا میرے تقی۔ جواد
میں ترے ساتھ ہوں۔ کل شام کو پھر آؤنگی
کربلا میں کبھی بغداد میں رو جاؤنگی

شب عاشور بھی وہ۔ فرض تھی شب بیداری | رات بھر اشک رہے دیدۂ تر سے جاری
تھا کبھی پیاسوں کا ماتم، کبھی ذکر باری | یادِ مظلوم میں وہ رات بسر کی ساری
صبح جب سوئے فلک آنکھ اٹھا کے دیکھا
تین کشتوں کو مصلّے پہ تڑپتے دیکھا

اس قدر روئے کہ اشکوں سے مصلّی ہوا تر | کربلا ہی کے خیال آتے رہے پھر دن بھر
العطش، کہتی ہے وہ چار برس کی دختر | جاں بلب پیاس سے جھولے میں ہے ننھا سا پسر
یادِ اصغر میں جو کھا کھا کے پچھاڑیں روئے
رو دیے غیر بھی جب مار کے دھاڑیں روئے

ایک زنداں کے محافظ نے جو آکر پوچھا | کس لیے روتا ہے قیدی! تجھے تکلیف ہے کیا
بولے اپنا نہیں غم۔ ہے یہ بہتر کی عزا | آج کے دن مرے دادا پہ چلی تیغ جفا
اس نے گھبرا کے یہ پوچھا انھیں کیا کہتے ہیں
رو کے فرمایا کہ شاہِ شہدا کہتے ہیں

اس نے پوچھا کہ کوئی اور بھی ہے نام جلی | آپ بولے پسرِ ابرار۔ ولی ابن ولی
تشنہ لب بیکس و مظلوم۔ شہیدِ ازلی | ذبح سجدے میں ہوا جو وہ حسین ابنِ علی
اس سے یہ کہہ کے جو وہ نائبِ حیدر رویا
سن کے یہ شخص بھی ساتھ ان کے تڑپ کر رویا

قید میں آپ نہیں شام و سحر روتے تھے | رو سکتے بھی تھے نگہبان مگر روتے تھے
یادِ شبّیر میں جب پیٹ کے سر روتے تھے | در و دیوار کا پھٹتا تھا جگر روتے تھے

مرتے مرتے بھی زباں پر شہِ صفدر ہی رہے
مدّتِ قید میں عابد کے برابر ہی رہے

ان کے رونے سے ہزاروں کا جگر زخم ہوا | معتصم پہلے ہی جلتا تھا پر اب اور جلا
مل کے دربان سے آخر وہ انھیں زہر دیا | جس کے پیتے ہی کلیجے میں گڑا تیر قضا

کچھ وصیّت کے بھی لکھنے کی نہ مہلت پائی
قید میں وارثِ کاظم نے شہادت پائی

کون زندان میں اپنا تھا جوان کو روتا | بیکسی، لاشۂ مظلوم پہ کرتی تھی بکا
نو بزرگ آپ کے فردوس میں کرتے تھے عزا | ایک بی بی کی یہاں آئی یہ پُر درد صدا

لاش پر رونے کو بیٹا نہ کوئی بھائی ہے
ہائے بچّے تجھے غربت میں اجل آئی ہے

یاں نہ مادر ہے نہ بی بی ہے، نہ بیٹی، نہ بہن | لاش کو ڈھانکنے والا، نہ کوئی مرد، نہ زن
اب یہ زنداں کے نگہباں کا ہے دل دوز سخن | تھا وہ طفلِ مدنی جس نے دیا غسل و کفن

سب نے دیکھا کہ وہ یوں پیٹ کے سر روتا ہے
جس طرح باپ کے ماتم میں پسر روتا ہے

قبرِ اطہر میں اتاری گئی جب نعشِ امام | نور سے ہو گئی روشن لحدِ پاک تمام
پھر کیا رو کے کہیں سے اسی بی بی نے کلام | رونے والے مرے شبّیر کے تجھ پر ہو سلام

خلد سے سارے بزرگوں کو یہاں لائی ہے
دفن کرنے تری میّت کو بتول آئی ہے

اب قلم روک کے خالق سے دعا کر یہ نسیم | بخش دے میرے سلف کو جو ثنا خواں تھے قدیم
نام بابا کا تھا برجیس تو دادا تھے شمیم | اُن کے یکتا تھے پدر اب جو ہیں جنت میں مقیم

بیٹے خادم کے تھے وہ۔ خادمِ اولادِ نبیؐ
مرثیہ گوئی کے استاد۔ بہ امدادِ نبیؐ